ترجمہ از رئیس احمد جعفری

تزکِ تیمور

تیمور ایک اولوالعزم، جیالا، اور من چلا فاتح اور کشورکشا تھا۔ اس نے اپنے حالات جو حد درجہ دلچسپ اور سبق آموز ہیں، خود قلمبند کیے ہیں۔ ذیل کا مضمون تزک کے فارسی ایڈیشن سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خود نوشت حالات لکھنے کا رواج بہت دنوں سے چلا آرہا ہے۔ ایک مؤرخ یا سوانح نویس اگر کسی کے حالات زندگی لکھتا ہے تو خواہ کتنی ہی کاوش اور تفتیش سے کیوں نہ لکھے کچھ نہ کچھ خلا اس میں ضرور رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے ہیرو کے متعلق بہت کچھ جاننے کے بعد بھی اس کے متعلق بہت کچھ نہیں جانتا، اور یہ بہت کچھ جو اسے نہیں معلوم اس کے ہیرو کو معلوم ہے۔ مؤرخ اور سوانح نگار اپنے ہیرو سے متعلق جو رائے قائم کرتا ہے وہ حالات و شواہد، تحریروں اور تقریروں، روایات اور حکایات، نوشتوں اور خطوط پر مبنی ہوتی ہے۔ لیکن خود ہیرو اپنے متعلق جو کچھ کہتا ہے اس میں کسی اشتباہ اور غلطی کا امکان نہیں۔ دوسرے وہ لکھتے ہیں جو دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں اور صاحب واقعہ وہ لکھتا ہے جو اس پر بیتی ہوتی ہے۔ گزری ہوتی ہے۔ لہٰذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے دوسرے ظن و قیاس سے کام لیتے ہیں اور صاحب سوانح بے کم و کاست اپنی کہانی بیان کر دیتا ہے۔ اس میں ظن و قیاس کو دخل نہیں ہوتا، امر واقعہ اور بیان واقعی کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اس لیے اس میں دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس کی بنا پر جو رائے قائم کی جاتی ہے۔ وہ صحیح بھی زیادہ

ہوتی ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ مؤرخ اور سوانح نویس کی منزل وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں آکر صاحب سوانح کی منزل ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی جہاں اپنے بارے میں اپنے واردات و تاثرات قلمبند کر کے متاعِ عام بنا دیتا ہے تب ایک مؤرخ اور سوانح نویس کا اصل کام شروع ہوتا ہے۔ تب اسے یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اس دستاویزی سرمایہ کو سامنے رکھ کر واقعات و حقائق کا تجزیہ کرے، ان کا جائزہ لے، انھیں کھنگالے۔ ان کے مالہ و ماعلیہ پر غور کرے اور ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اپنے تحقیقی کارنامے کا آغاز کرے۔

ترکی، فارسی اور دوسری زبانوں میں ایسے کافی تذکرے ہیں جو خود نوشت ہیں اور جن کا مطالعہ ایک طرف تو فکر آفرین ثابت ہوتا ہے، دوسری طرف ایسی چیزیں نظر کے سامنے آتی ہیں جو عجیب بھی ہوتی ہیں، سبق آموز بھی اور نتیجہ خیز بھی۔

سلاطین مغلیہ میں کئی نے اپنی تزک ــــــ خود نوشت تذکرہ ــــــ لکھا ہے۔ ان میں سے بابر اور جہانگیر کی تزک کو اپنی معنویت، ادبیت اور اہمیت کے اعتبار سے خاص امتیاز حاصل ہے۔ لیکن میرا دعوٰی ہے کہ بانی خاندان سلاطین مغلیہ صاحبقران امیر تیمور گورگاں کی تزک ہر گونہ اور ہر آئینہ زیادہ بہتر، زیادہ جامع، زیادہ مفید اور کہیں زیادہ دلچسپ ہے۔ یہ تزک بھی ہے اور آنے والی نسل کے لیے دستور و آئین بھی ــــــ اور وصیت بھی۔

آئندہ صفحات میں اس تزک کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ ہندوستان میں اس کتاب یعنی "جواہر قانون تیمور و درر عزر دستور، پسندیدۂ شاہان غیور" کا پہلا ایڈیشن ۱۲۸۳ء مطبع کارڈن لنڈن سے شائع ہوا تھا۔ جو بالکل ناپید تھا۔ لیکن "جوہریان کیسۂ تہی" نے کمر ہمت باندھی اور بالآخر اس گوہر نایاب کو تلاش کر لیا۔

تلاش و تفتیش کے اس دور کے بعد اس کی طبع و اشاعت کا مرحلہ سامنے آیا۔ یہ بھی کچھ کم کٹھن اور دشوار نہ تھا۔ لیکن "متوقع اجرِ عظیم قاضی عبدالکریم" اور "خیر خواہ خلق اللہ قاضی رحمت اللہ" اپنی "علوئے ہمت اور سعیٔ بلیغ" سے کام لے کر "نسخۂ مطبوعۂ سنہ مذکور الصدور" جو "نزدِ

تیمور" کے نام سے معروف و معلوم تھا۔ ۳۱ھ میں" بہ خط خوب و طرز مرغوب" نقل مطابق اصل ترتیب دیا۔ اور شبیہہ تیمور سے مزین کر کے مطبع فتح الکریم بمبئی سے پہلی بار بغرض " رفاہ خاص و عام" لباس طباعت سے آراستہ کیا۔ تصحیح کے فرائض محمد احسان الٰہی نے انجام دیے۔

آئندہ صفحات میں جو ترجمہ تزک تیمور کا آپ ملاحظہ فرمائیں گے وہ بمبئی سے طبع شدہ اسی فارسی نسخہ کا ترجمہ ہے۔

فکر و تدبّر اور صلاح و مشورہ

میرا طرز کار

دشمن کو شکست دینے یا اسے اسیر دام کرنے، کار مملکت انجام دینے، کشور کشائی کی مہم سر کرنے، دشمنوں سے معاملہ فہمی کرنے، اور دوستوں نیز دشمنوں اور مخالفوں سے ربط بیدا کرنے اور تعلقات استوار کرنے کے سلسلہ میں جو بات میں نے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھی وہ یہ ہے کہ کوئی کام اس وقت تک انجام نہ دوں جب تک صورت احوال کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور نہ کر لوں۔ اور اصحاب فکر و رائے سے مشورہ نہ کر لوں۔

پیر و مرشد کا مکتوب

میرے اس حزم و احتیاط کا سبب یہ ہے کہ میرے پیر و مرشد نے ایک مرتبہ مجھے تحریر فرمایا تھا:

"اے ابوالمنصور تیمور! امور جہاں بانی میں چار باتیں تم سے نظر انداز نہ ہونے پائیں:

۱۔ غور و فکر

۲۔ باہمی مشورت

۳۔ دور اندیشی

۴۔ احتیاط۔

اس لیے کہ جو سلطنت بادشاہ کے غور و فکر اور اصحاب مشورت کے مشورے سے خالی ہو وہ اس جاہل شخص کے مانند ہے جس کی گفتار و کردار کا انجام پشیمانی اور ندامت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پس لازم آیا کہ کاروبار سلطنت کو انجام دینے کے لیے خود بھی غور کرو اور سوچو نیز اصحاب فکر و رائے سے مشورہ بھی کرو۔

یہ بھی خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ امور مملکت میں دو چیزیں بسا ضروری ہیں، ایک تحمل و برداشت اور دوسرے تغافل و تجاہل۔ بہرحال صبر و عزیمت اور حزم و استقامت اور احتیاط و شجاعت وہ چیزیں ہیں جن سے تمام بگڑے ہوئے کام سدھر جاتے ہیں۔

والسلام

پیر و مرشد کا یہ مکتوب گرامی میرے لیے ہادی و رہنما ثابت ہوا۔ اس نے یہ حقیقت مجھ پر واضح کر دی کہ امور مملکت کے دس میں سے نو حصے تدبیر و مشاورت اور فکر و تامل پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ایک حصہ شمشیر پر۔

داناؤں کا قول ہے کہ تدبیر صائب سے کام لے کر ایسے ملک فتح کیے جا سکتے ہیں، اور ایسی فوجوں کو شکست دی جا سکتی ہے جنھیں زیر کرنا تلواروں اور نیزوں کی بارش سے بھی ممکن نہیں۔

میرے ذاتی تجربے

خود میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ ایک مرد راہ داں جو صاحب عزم و حزم ہو، ان ہزار آدمیوں سے بہتر اور برتر ہے جو تدبیر سے محروم، اور شعور سے بیگانہ ہیں۔ کیونکہ ایک صاحب عزم و تدبیر شخص ہزاروں آدمیوں کو تابع بنا کر ان سے کام لے سکتا ہے۔

میرا ذاتی تجربہ یہ بھی ہے کہ مخالفوں اور دشمنوں پر غالب آنے کے لیے موج در موج لشکر کی ضرورت نہیں۔ نہ فوج و سپاہ کی کمی شکست و ہزیمت کا لازمی سبب بن سکتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ فتح و کامرانی کا دار و مدار تمام تر اللہ کی نصرت اور اپنی حسن تدبیر پر موقوف ہے۔ چنانچہ

مشورۂ مصائب کے ماتحت صرف ۲۴۳ نفوس کو ساتھ لے کر میں نے قلعہ قرشی پر حملہ کیا۔ بظاہر یہ ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا۔ امیر موسیٰ اور ملک بہادر اپنی بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ کیل کانٹے سے لیس یہاں دفاع کے لیے موجود تھے۔ لیکن نصرتِ خداوندی میرے ساتھ تھی۔ حسن تدبیر کو میں نے راہنما بنایا اور بالآخر اس قلعہ کو تسخیر کر لیا۔ بعد ازاں امیر موسیٰ اور ملک بہادر نے اپنے بارہ ہزار سواروں کی مدد سے مجھے محصور کر لینا چاہا۔ لیکن ان کی ایک نہ چلی۔ ہوا یہ کہ میں اپنے ڈھائی سو آدمیوں کو لے کر اس بارہ ہزار فوج کے مقابلہ میں باہر نکلا۔ نہ صرف اسے شکست دی بلکہ اسے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور کافی دور تک اس کا تعاقب بھی جاری رکھا۔ کیوں؟ —— نصرت الٰہی اور تدبیر و دانش پر اعتماد۔

میرا ایک تجربہ یہ بھی ہے کہ مشورہ جب بھی لیا جائے کار آزمودہ، سرد و گرم چشیدہ، اور اصحاب دانش و بینش سے لیا جائے کیونکہ ان کی رائے قرین صواب ہوتی ہے۔ پردۂ تقدیر میں کیا مستور ہے یہ خدا ہی جانتا ہے لیکن میں تو سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر کام کا آغاز کرتا ہوں، اور کامیاب ہوتا ہوں جو کام بھی مجھے کرنا ہو بغیر تدبیر و مشورے کے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاتا۔

جب اصحاب مشورت اور ارباب رائے جمع ہوتے ہیں تو میں اس کام کے سلسلہ میں جو درپیش ہے خیر و شر، نفع و ضرر اور اسے انجام دینے یا نہ دینے سے متعلق مشورہ کرتا ہوں۔ ان کے افکار و خیالات سے متاثر ہو کر اچھی طرح غور و فکر کرتا ہوں اور تمام پہلوؤں پر ایک نظر ڈالتا ہوں اور اندازہ لگاتا ہوں کہ اس میں نفع کا پہلو کتنا ہے اور ضرر کا کتنا۔ پھر متوقع خطرات و مہالک کے بارے میں غور کرتا ہوں اور ان مواقع کو زیر نظر لاتا ہوں جو اقدام و عمل کی صورت میں درپیش آ سکتے ہیں۔ نتیجہ ان سب باتوں کا یہ ہوتا ہے کہ جس کام میں دو خطرے دیکھتا ہوں اسے نظر انداز کر دیتا ہوں۔ اور جس میں صرف ایک خطرہ ہو اسے اختیار کر لیتا ہوں۔

تغلق تیمور خاں کا واقعہ اور میرا مشورہ

ایک مرتبہ کیا ہوا کہ دشتِ جتہ[1] میں تغلق تیمور خاں کے امرا اور رفقا نے اس کا ساتھ

۱۔ ایک مقام کا نام

چھوڑ دیا اور مخالفت پر اتر آئے۔ اس نے مجھ سے صلاح پوچھی کہ اس صورت میں کیا کیا جائے؟

میں نے تغلق تیمور خاں سے کہا:

"اگر تم ان مخالفوں کے دفع و رفع کے لیے فوج بھیجتے ہو تو اس میں دو خطرے متصور ہیں، اور اگر خود جرأت سے کام لو، اور گوشمالی کے لیے پہنچ جاؤ تو صرف ایک خطرہ ہے۔

تغلق تیمور خاں نے میرے مشورے پر عمل کیا اور دشتِ جتہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ نتیجہ وہی نکلا جو میں نے کہا تھا۔

میرا دستور کیا ہے؟

میرا دستور یہ ہے کہ میں بڑی حد تک اپنے امور صلاح و مشورے پر منحصر رکھتا ہوں اور صلاح مشورت کے بعد جو رائے طے پا گئی اسے کر گزرا۔ میں ہمیشہ پہلے سے دیکھتا ہوں کہ اس کو سر انجام دینے کی تدبیر کیا ہے؟ پھر اس کا آغاز کرتا ہوں اور از روئے تدبیر و عزم درست، حزم و احتیاط اور پیش بینی و دور اندیشی اسے اتمام تک پہنچاتا ہوں۔

اصحاب مشورت کون لوگ ہوتے ہیں؟

میرا تجربہ یہ بھی ہے کہ صرف وہی لوگ صلاح و مشورہ کی اہلیت رکھتے ہیں اور صائب الرائے مانے جا سکتے ہیں جو اپنی گفتار و کردار سے پورے طور پر ہم آہنگ ہوں۔ جو کہیں وہ کریں بھی۔ اگر یہ فیصلہ کر لیں کہ ایک کام نہیں کرنا ہے تو دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر اس طرف متوجہ نہ ہوں۔

تجربہ کے بعد میں اس نتیجہ پر بھی پہنچا ہوں کہ اصحاب مشورت کی رائے دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک زبانی ایک دل سے۔ زبانی مشورے میں نے اس کان سنے اس کان اڑا دیے لیکن دل سے نکلی ہوئی بات کو دل ہی میں جگہ دیتا ہوں۔

جب کہیں مجھے چڑھائی کرنا ہوتی ہے تو صلح و جنگ سے متعلق لوگوں سے پوچھ گچھ کرتا

ہوں۔ اپنے امرا کا دل ٹٹولتا ہوں کہ آیا یہ صلح کے متمنی ہیں یا جنگ کے خواہاں؟ اگر صلح کی طرف مائل پاتا ہوں تو منافع صلح کا ضرر جنگ سے مقابلہ کرتا ہوں۔ اور اگر جنگ کے طالب ہوتے ہیں تو اس کے نفع و فائدہ کا ضرر صلح سے موازنہ اور مقابلہ کرتا ہوں، جس طرف کا پلّہ بھاری ہوتا ہے اس کو اختیار کر لیتا ہوں۔

البتہ ایسے مشورے پر کان نہیں دھرتا جس کا نتیجہ فوج میں بددلی، تذبذب یا کم ہمتی کی صورت میں برآمد ہو۔ اس سے کلّی احتراز کرتا ہوں۔ بہرحال مشورے کا جہاں تک تعلق ہے سب کی سنتا ہوں، مردِ عاقل و شجاع کی بھی اور مرد دوں ہمت اور کم حوصلہ کی بھی۔ سب کی سن لینے کے بعد ہر بات کی خیر و شر کو ملاحظہ کرتا ہوں اور صلاح و صواب کا جو راستہ ہوتا ہے اسے اختیار کر لیتا ہوں۔

حضرت علیؓ سے ایک سوال اور اس کا جواب

چنانچہ جب چنگیز خاں کے پوتے تغلق تیمور نے ماوراء النہر کی تسخیر کے خیال سے دریائے خجند عبور کیا تو مجھے اور حاجی برلاس، اور امیر بایزید کو ایک فرمان کے ذریعہ طلب کیا۔ ان دونوں نے مجھ سے رائے لی کہ اب کیا کیا جائے! آیا اپنی فوج و سپاہ کو ساتھ لے کر خراسان روانہ ہو جائیں؟ یا حسب فرمان تغلق خاں تیمور کے حضور میں حاضر ہو جائیں؟

میں نے ان دونوں سے جواباً کہا کہ اگر تغلق کے پاس جاتے ہو تو اس میں نفع کے دو پہلو ہیں۔ اور ضرر کا ایک۔ اور اگر خراسان کا رخ کرتے ہو تو ضرر دو ہیں اور نفع ایک۔

ان دونوں نے میرے مشورے کو قبول کیا اور خراسان روانہ ہو گئے۔ میں ششش و پنج میں پڑ گیا کہ اب کیا کروں؟ اور کدھر جاؤں؟ خراسان کا رخ کروں یا تغلق سے ملنے روانہ ہو جاؤں؟

آخر میں نے اپنے پیر و مرشد کی طرف رجوع کیا، اور ان سے دریافت کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

انھوں نے میرے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا:

"خلیفۂ چہارم حضرت علیؓ سے سوال کیا گیا کہ جب آسمان کمان بن جائیں، اور زمین کمان کا چِلّہ،

حوادث تیر کی طرح برسنے لگیں اور انسان ان تیروں کا نشانہ اور تیر انداز ہو خدائے جل و جلال تو آدمی بھاگ کر کہاں جائے؟

حضرت علیؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"آدمی کو چاہیے کہ بس خدا کی طرف بھاگے۔"

پس تجھے بھی چاہیے کہ بے تامل تغلق تیمور خاں کے سایۂ عاطفت میں پہنچ جائے اور اس کے ہاتھ میں تیر و کمان نہ رہنے دے۔"

اس جواب نے میرا حوصلہ بڑھا دیا اور میں بے اندیشہ تغلق تیمور خاں کے حضور میں حاضر ہو گیا۔

مجھے حکومت کس طرح ملی

میرا ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس بات پر رائے جم جاتی ہے قرآن سے اس کی فال ضرور نکالتا ہوں اور جو حکم نکلتا ہے اس پر بے تامل عمل پیرا ہو جاتا ہوں۔ چنانچہ جب تغلق تیمور خاں سے ملنے کی رائے پختہ ہو گئی تو میں نے قرآن سے فال لی۔ سورۂ یوسف پر نظر پڑی۔ میں نے قرآن کے حکم پر عمل کیا۔

تغلق تیمور خاں سے ملنے کے بارے میں میرے دل نے یہ کہا کہ جب کہ صورت احوال یہ ہے کہ تغلق نے بیگ چک حاجی بیگ اور الخ تغلق اور دوسرے امرائے جتہ کے ساتھ تین افراج میں منقسم کر کے مملکت ماوراء النہر کی تاخت و غارت پر مامور کیا ہے اور ان ہر سہ امرا کی فوجیں مقام خزار پر آ کر ڈیرا ڈال چکی ہیں تو قرین صواب و دانش یہ ہے کہ تغلق تیمور خاں کی خدمت میں باریاب ہونے سے پہلے یہ کیوں نہ کروں کہ ان سرداروں کو کچھ دے دلا کر ماوراء النہر پر اس وقت تک تاخت و غارت سے روکے رکھوں جب تک تغلق سے میری ملاقات نہ ہو جائے۔

ان امرا سے جب میں ملا تو انھیں اپنے سے مرعوب پایا۔ انھوں نے خوب رکھ رکھاؤ کے ساتھ میری پذیرائی کی اور تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اور چونکہ ان کے دل چشم تنگ کی طرح چھوٹے تھے میری معمولی سی پیش کش کو انھوں نے بہت سمجھا اور ماوراء النہر میں تاخت و تاراج سے مٹھی گرم ہونے کے بعد باز آ گئے۔

اب میں تغلق تیمور خاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔

تغلق نے میری حاضری کو فال نیک سمجھا اور اس بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ میرے معروضات کو اس نے توجہ سے سنا اور پسند کیا۔

اسی دوران میں تغلق تیمور خاں کے سمع مبارک تک یہ بات پہنچی کہ اس کے بھیجے ہوئے تینوں عساکر کے سپہ سالاروں نے ماوراء النہر والوں سے مال و زر ہتھیا کر رقم غائب کر دی ہے۔ تغلق تیمور خاں نے سنتے ہی یہ رقم ان لوگوں سے طلب کی، اور ایک تحصیلدار[1] وصولی رقم کے لیے معین کر دیا۔ علاوہ ازیں انھیں معزول کر کے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اور ان کی جگہ حاجی محمود شاہ یسوری کو جملہ عساکر کی سالاری مرحمت فرمائی۔ اس خبر کے پاتے ہی تینوں سالاروں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور جتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثنا میں اغلان خواجہ کی ان سے مڈبھیڑ ہوئی جو دیوان بیگی[1] اور امیر کنکاج[2] تھا۔ باغی سرداروں نے اسے بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ خبر بھی پہنچی کہ تغلق تیمور خاں کے امراء نے دشت قپچاق[3] میں پرچم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ ان خبروں نے خان کو سراسیمہ کر دیا اور میرے مشورے کے مطابق وہ دشت جتہ کی طرف بڑھا۔

ماوراء النہر کی ولایت پر میرا قبضہ

جاتے وقت ماوراء النہر کی فرماں روائی مجھے عنایت فرمائی۔ ساتھ ہی ساتھ معاہدہ قلمبند ہو گیا اور فرمان شاہی بھی صادر ہو گیا۔ امیر قراچار نویاں کے تومان[4] کو بھی جو اس کے لیے معین تھی میرے لیے مخصوص کر دیا۔ اس طرح ولایت ماوراء النہر کا نائب آپ جیحوں فرماں روا بن گیا۔ غرض اس طرح میرا

۱۔ وزیر عدالت

۲۔ مشورت خانہ

۳۔ پرگنے کا نام

۴۔ وظیفہ

یہ مشورہ میری دولت و حکومت کا نقطۂ آغاز بن گیا، اور از روئے تجربہ میں نے معلوم کر لیا کہ ایک تدبیر درست ایک لاکھ دار کا کام دیتی ہے۔

فرماں روائی سے سپہ سالاری پر

آغاز فرماں روائی میں میری تدبیر و رائے پھر ایک مرتبہ میرے کام آئی۔

بات یہ ہوئی کہ تغلق تیمور خاں نے ماوراء النہر کے سلسلہ میں جو معاہدہ مجھ سے کیا تھا اسے توڑ دیا، اور حکومت و سلطنت مجھ سے واپس لے لی۔ اور سند فرماں روائی اپنے بیٹے خواجہ الیاس کو مرحمت فرمائی۔ مجھے اس کا سپہ سالار اور مشیر نامزد کر دیا۔ میں نے بے چون و چرا یہ بات مان لی۔

۷۶۲ھ میں دوسری بار تغلق تیمور خاں نے ماوراء النہر پر چڑھائی کی اور مجھے خط لکھ کر طلب کیا میں استقبال کناں حاضر ہوا۔ وہ نقض عہد پر آمادہ تھا۔ اس نے خواجہ الیاس کو حکومت اور مجھے مشیر المہامی تفویض کی۔ میری ناگواری کو محسوس کر کے میرے دادا اور جد اعلیٰ قاچولی خاں اور قبل[۱] خاں کا عہد نامہ دکھایا جو فولاد کی تختی پر کندہ تھا، اور اس میں درج تھا کہ منصب خانی[۲] اولاد قبل خاں کا حق ہوگا، اور سپہ سالاری قاچولی خاں کی اولاد میں رہے گی۔ دونوں کی اولاد ایک دوسرے کی رفیق اور دمساز۔ میں نے اس عہد نامہ کا مطالعہ کیا اور سر تسلیم خم کر دیا۔ اور بے تامل منصب سپہ سالاری قبول کر لیا۔

ازبکوں کی دراز دستیاں اور میران سے مقابلہ

ماوراء النہر میں ازبکوں نے ظلم و تعدی کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ انھوں نے کم و بیش ستر سادات اور سید زادوں کو اسیر کر لیا تھا۔ الیاس خواجہ میں اتنی سکت نہ تھی کہ ازبکوں کو ظلم و تعدی سے روک سکتا۔ آخر میں میدان میں آیا اور ازبکوں کو نیچا دکھایا۔ اور مظلوموں کو ان کے دست تظلم

۱۔ چنگیز کا جد اعلیٰ

۲۔ تیمور کا جد اعلیٰ

۳۔ حکومت و فرماں روائی

سے رہا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خواجہ الیاس اور اس کے امراء کو مجھ سے پرخاش ہو گئی انھوں نے تغلق تیمور کو لکھا کہ تیمور نے بغاوت پر کمر باندھی ہے۔ خان نے اس افترا پردازی کو صحیح سمجھا اور میرے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ اتفاق کی بات یہ فرمان میرے ہاتھ آ گیا۔ میں نے جان سے ہاتھ دھو لیے لیکن ایک تدبیر یہ کی کہ الوس برلاس کے جوانان تیغ زن کو ہمنوا بنانے کی سعی کی۔ ان میں جو شخص سب سے پہلے میری رفاقت پر آمادہ ہوا وہ ایکو تیمور تھا۔ دوسرا شخص جاکو برلاس تھا۔ پھر دو مرے بہادروں نے بھی میری متابعت اور پیروی قبول کر لی۔

یہ بات جب ماوراء النہر کے باشندوں کو معلوم ہوئی تو وہ خود بھی زخم خوردہ تھے اور ازبکوں کے ہاتھوں حد درجہ نالاں۔ چنانچہ وہ بھی دل و جان سے میرے ساتھ ہو گئے۔ علماء اور مشائخ نے بھی میری تائید میں فتوے جاری کر دیا۔ کئی قبائل بھی میرے ساتھ ہو گئے۔ بعض امراء نے بھی میری رفاقت کا عہد کیا۔

فتوے اور عہد نامے کی عبارت یہ تھی :

"خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوے کے مطابق مسلمانانِ شہر، رعیت، سپاہ اور علماء و مشائخ آج سے تیمور کو "قطب السلطنۃ امیر تیمور ایدہ اللہ" کے نام سے ملقب کرتے ہیں۔ اور عہد کرتے ہیں کہ ازبکوں کے استیصال میں جن کے ہاتھوں نہ مسلمانوں کی جان محفوظ ہے نہ مال، نہ عزت نہ آبرو، پوری تائید و رفاقت کریں گے۔ اپنے اس عہد کو نباہیں گے۔ اگر اس عہد کے خلاف جائیں گے تو گویا خدا کی حمایت و نصرت کے دائرے سے نکل کر شیطان کے پیرو بن جائیں گے۔"

جب یہ معاہدہ میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ بس فوراً ازبکوں کے خلاف میدانِ جنگ میں کود پڑوں۔ مظلوموں کا حق دلاؤں اور ظالموں کو سزا دوں۔ لیکن

بعض دوں فطرت لوگوں کی شرارت سے یہ راز فاش ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن پر اچانک حملہ کرنے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔

میں نے سوچا اگر سمرقند میں رہ کر ازبکوں سے جنگ کرتا ہوں تو مبادا اہل ماوراء النہر میرا ساتھ نہ دیں۔ لہذا مناسب تدبیر یہ نظر آئی کہ سمرقند سے باہر نکل کر مقام کوہ میں خیمہ زن ہو جاؤں جو جو قتال وجدال کا جویا ہو مجھ سے آن ملے۔ اس طرح ایک جمعیت فراہم کرکے ازبکوں سے لڑائی شروع کر دوں۔ جب میں سمرقند سے باہر نکلا تو ساٹھ آدمیوں سے زیادہ میرے ساتھ نہ تھے۔ اور میں نے محسوس کر لیا کہ میرا خیال غلط نہیں تھا۔

میں ایک ہفتہ کوہستان میں مقیم رہا۔ مگر کوئی بھی میرے پاس نہ آیا۔

آخر یہ سوچا کہ بدخشاں جاؤں۔ اور وہاں کے حکمرانوں کو اپنی مدد پر آمادہ کروں۔ چنانچہ میں میں بدخشاں روانہ ہوا۔ امیر کلال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے خوارزم جانے کی رائے دی۔ میں نے امیر کو سمرقند کی ایک سال کی آمدنی نذر کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ میں ازبکوں پر غالب آجاؤں۔ موصوف نے دعائے فتح وظفر دے کر مجھے رخصت کیا۔

امیر کلال سے رخصت ہوتے وقت بھی میرے ساتھ بس وہی ساٹھ سوار تھے۔ میرے خوارزم پہنچنے کی اطلاع خواجہ الیاس کو ہو چکی تھی۔ اس نے شہر خیوق کے حاکم تنکل بہادر کو لکھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ وہ ایک ہزار سپاہ لے کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میرے ساتھیوں کی تعداد ہنوز ساٹھ سے زیادہ نہ تھی البتہ راہ میں میرا برادر نسبتی امیر حسین آکر مجھ سے مل گیا۔ ہم نے اپنی مختصر سی جمعیت کے ساتھ اس بڑے لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور ایسا زبردست مقابلہ کیا کہ دشمن کے صرف پچاس سپاہی زندہ بچے۔ باقی سب تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ میرے ساٹھ سواروں میں سے صرف دس سلامت بچے۔ اس طرح مجھے فتح وظفر حاصل ہوئی اور دشمن کو راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

الیاس خواجہ اور امرائے جتہ کو میری کامیابی کی خبر ملی تو میرے نصیب واقبال،

اور تائیدِ ایزدی سے حیران ہوئے۔ میں نے اس کامرانی کو اپنے لیے فالِ نیک قرار دیا
از بک مجھ سے سراسیمہ اور دہشت زدہ ہو گئے۔

"اے نبی کی بیبیو جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کو دوہری سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ کو آسان ہے اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔
اے نبی کی بیبیو تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقوٰے اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) میں (جس کو بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد) پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اللہ تعالےٰ یہ **منظور ہے** کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک وصاف رکھے۔

'الاحزاب'